عام فہم عروض
منظر اکبر آبادی

صفحہ نمبر ۲۰ سے ۳۰ تک صفحات
غائب ہیں ۔

[illegible]
2/2/90

سلسلہ مطبوعات نمبر ۴
قصر الادب آگرہ

عام فہم عروض

یا

آئینۂ شاعری

جسمیں علمِ عروض اور فنِ شعر پر پوری وضاحت کیساتھ روشنی ڈالی گئی ہے اور مثالوں کے ساتھ بتایا گیا ہے کہ شعر کہنے کے طریقے کیا ہیں۔ تمام اصنافِ سخن پر تفصیل کے ساتھ بحث کی گئی ہے۔
اسلوبِ بیان اسقدر عام فہم ہے کہ اس کے مطالعہ کے بعد علمِ عروض پر بہ آسانی قدرت حاصل ہوجانے کا یقین ہے

مؤلفہ

حضرتِ منظر صدیقی اکبرآبادی

پبلشر

اعجاز حسین صدیقی اکبرآبادی

مطبوعہ رفاہ عام پریس آگرہ

۱۹۳۵ء

پہلا ایڈیشن

قیمت عمر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پہلا درس

بلاغت

تین علموں کے مجموعہ کا نام بلاغت ہے علم معانی[1] علم بیان[2] اور علم بدیع[3]۔ اب ان تینوں علموں کی تعریف ملاحظہ کیجئے۔

علم معانی۔ وہ علم ہے جسکے ذریعہ باموقع کلام کرنے میں غلطی نہ ہو اس علم میں یہ بتایا جاتا ہے کہ جملہ کب پورا بولتے ہیں۔ کب کسی جزو کو کم دیتے ہیں۔ کسی لفظ کی تکرار کب کرتے ہیں اور کیوں کرتے ہیں؟

غرضکہ کسی جملہ کی ترتیب اور کمی بیشی کی کیفیت اس علم میں سمجھائی جاتی ہے۔ علم معانی بجائے خود ایک بڑا علم ہے مگر عروض سیکھنے والوں کے لئے صرف اتنا ہی سمجھ لینا کافی ہے۔

علم بیان کی تعریف یہ ہے کہ ایک مطلب کو کئی طرح ادا کر سکیں۔ اس طریقہ سے کہ ایک جملہ سے مطلب جلد ہی سمجھ میں آجائے۔ اور دوسرے سے ذرا غور کے بعد بیان کی قوت کہنہ مشقی اور قادر الکلامی سے حاصل ہوتی ہے۔ کنایہ حقیقت مجاز یہ سب علم بیان کی شاخیں ہیں۔ جناب طلیاں مرحوم میرٹھی کے اس شعر سے علم بیان کی تعریف پر روشنی پڑتی ہے فرماتے ہیں۔

[ا]رکا[ن] متحرک اور ساکن حروف جس ترتیب سے واقع ہوں اسی ترتیب سے شعر کے حروف بھی ہوں
[ضرور]ی نہیں ہے کہ زبر کے مقابلہ میں زبر۔ زیر کے مقابلہ میں زیر اور پیش کے مقابلہ میں پیش ہو
[متحر]ک ہو۔ حرکت کے مقابلہ میں آنی چاہئے۔ جیسے "مفاعیلن" کے وزن پر "پریشانی"
[اسی طر]ح ان یہ ضروری نہیں کہ ایک واحد رکن کے مقابلہ میں کوئی واحد لفظ ہی آئے۔ بلکہ ایک رکن کے
[مقابلہ م]یں ایک سے زیادہ لفظ بھی آسکتے ہیں۔ جیسے "مفتعلن" کے وزن پر "چار گھڑی"
[بیـ]ـچ میں کسی لفظ کے ساکن حرف کو متحرک کر لینا جائز ہے۔

[تقط]یع میں صرف وہ الفاظ لئے جاتے ہیں جو ملفوظی ہوں یعنی پڑھنے میں جن کی آواز نکلتی ہو۔
[جو حروف] لکھنے میں آتے ہیں مگر پڑھنے میں نہیں آتے وہ تقطیع میں نہیں لئے جاتے جیسے عبداللہ
[اور] خورد اور عبدالرشید کا الف اور لام۔ ابوالفضل کا واؤ۔ اور خود کا واؤ۔ مخلوط التلفظ حروف
[جو] دب کر پڑھے جاتے ہیں۔ تقطیع میں ان پر اعتبار نہیں کیا جاتا جیسے "منہ" کا نون اور "ہنسنا"

[کا پہ]ہلا نون۔
[آ]م اگرچہ دو حرفی لفظ ہے لیکن چونکہ الف کھینچ کر پڑھا جاتا ہے۔ اس لئے اس کے حروف تین
سمجھے جائیں گے۔ "آم دد" "فاعلن" کے برابر ہوا۔ دو ساکن برابر نہیں آتے اگر کہیں آجائیں
[تو] ہمیشہ دوسرا ساکن متحرک سمجھا جاتا ہے۔ لیکن اگر مصرع کے آخر میں یہ صورت ہو تو جائز ہے اور
[اس] قاعدہ کے مطابق "آم دد" "فاعلن" کے برابر ہے۔ ورنہ "آم دد" میں تیسرا حرف میم ساکن
ہے اور "فاعلن" میں تیسرا حرف عین متحرک۔ مگر اس قاعدہ نے ان کو ہموزن کر دیا ہے۔
[زیر ا]ور وہ دو حرف شمار ہوتا ہے۔ اسی طرح زیر جب کھینچ کر پڑھا جائے تو ایک حرف کے
[برابر ش]مار ہوگا۔ جیسے "منِ بیدل" میں اگر اضافت زیادہ زور سے پڑھی جائے تو "مفاعیلن"
[ہوتا] ہے۔ اسی طرح "طاؤس" کے واؤ کا پیش بھی ایک حرف سمجھا جاتا ہے۔ اور "مفعول"

کا ہموزن ہے۔ ط۔ مفت۔ دَس۔ عول۔ دو میں ا ا یا

حرف مشدد دو حرف کے برابر سمجھا جاتا ہے۔ جیسے "خرم" کا وزن "فعولن" ... ساکن ہوں تو تیسرا ساکن گرا دیا جائے گا اور دوسرا ساکن متحرک کر لیا جائے گا جیسے "فاعلاتن" کے برابر ہے "دوست" کا سین جو تیسرا ساکن تھا۔ اُسے گرا دیا۔ سین جو دو ... تھا اُسے متحرک کر دیا الف ممدودہ تھا وہ دو الف کے برابر سمجھا گیا۔ اور اس طرح دو فا سے ... با۔ تن۔ یعنی "فاعلاتن" کا وزن ہو گیا۔

جو الف کسی لفظ کے شروع میں آئے اور اس لفظ کے آخر کا حرف پڑھنے میں الف کے ... حرف سے مل جائے تو یہ ملنا اور الف کا گرنا یا دبنا جائز ہے۔ جیسے۔

"دل اس کا گر اس پہ فدا ہے تو کیا ہے" اس مصرع میں دل کا لام اس کے سین سے ملا ... جاتا ہے اور گر کی ر دوسرے س کے سین سے مل جاتی ہے اسلئے اس اور اس کے الف تقطیع میں شمار نہ کئے جائینگے اسی اعتبار پر دوسرے حروف کا گرنا دبنا جائز ہے۔ جیسے "اسمٰعیل علیخاں کا مکان" اسمٰعیل کا لام علی کے لام ... مل کر "اسماعی للی" ہو گیا۔ اور اگر علی کے عین کو بچایا تو "اسماعی علی" ہو گیا۔ غرض دو میں ... ایک حرف ضرور گر پڑا اور دبنا بچا کرتا ہے۔

عطف کی واو جب کہ ہلکی آواز سے پڑھی جائے تقطیع میں شمار نہیں کیجاتی اسی طرح "تو" "دو" کی واؤ اور واؤ معدولہ جیسے خواب۔ خوان۔ خواجہ میں ہے۔ یہ بھی تقطیع میں نہیں آتی ... گریہ۔ خندہ۔ کہ۔ چہ۔ کی ہائے ہوز جب ہلکی آواز سے پڑھی جائے تو ایک حرف نہیں سمجھی جاتی البتہ جب مضاف یا موصوف ہو کر ملفوظ ہو جائے یعنی پوری آواز دے یا مصرع کے آخر میں ہو تو اس کا خیال کیا جاتا ہے۔

اسی طرح ملی ہوئی ہائے ہوز (مخلوط) جیسے گھی گھر پھر میں ہے۔ شمار میں نہیں آتی

نون غنہ جب مصرع کے درمیان میں ہو تو ایک حرف نہیں گنا جاتا ۔ جیسے :-

"یا دل رسد بجاناں یا جاں زتن برآید"

ایک حرف گنی جاتی ہے۔ جیسے عمداً تین حرفی لفظ ہے لیکن تنوین کے سبب سے چار
حرف والا ہو کر "فعلن" کے برابر ہو گیا۔

ارکان کا بیان

سبب اور وتد کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ اس بحث میں زیادہ اُلجھنا فن کو اپنے لئے مشکل کر لینا ہے عربی
شعرا کیلئے بہت سی باتوں کا جاننا ضروری ہے مگر اردو میں اُن کی ضرورت نہیں۔ مختصر طور پر یوں
سمجھ لیجئے کہ بعض اشعار صرف سببوں سے مرکب ہوتے ہیں اور بعض صرف وتد سے مگر اکثر
کلام سبب اور وتد سے مرکب ہوتا ہے۔ اور دس لفظوں یا اُنکی شاخوں سے تقطیع کیا جاتا ہے
انھیں دس لفظوں کو ارکان کہتے ہیں۔ اور اُنکی شاخیں فروعات کہلاتی ہیں۔

وہ دس لفظ یہ ہیں۔ فعولن ۔ فاعلن ۔ مستفعلن ۔ مفاعیلن ۔ فاعلاتن ۔ متفاعلن ۔ مفعولات
فاع لاتن ۔ مس تفع لن ۔ — مُفَاعِلَتُنْ

فعولن ۔ اوّل وتد مجموع ۔ بعد سبب خفیف ۔ فاعلن ۔ اوّل سبب خفیف بعد وتد مجموع ۔
مستفعلن ۔ دو سبب خفیف اوّل ۔ ایک وتد مجموع بعد ۔ مفاعیلن ۔ مستفعلن کا الٹا ۔ یعنی وتد مجموع
پہلے اور دونوں سبب خفیف بعد میں ۔
فاعلاتن ۔ ایک وتد مجموع دو سببوں کے بیچ میں ۔ متفاعلن ۔ ایک سبب ثقیل ۔ ایک سبب
خفیف اور ایک وتد مجموع ۔ مفاعلتن ۔ ایک وتد ۔ ایک سبب ثقیل ۔ ایک سبب خفیف ۔
مفعولات ۔ دو سبب خفیف اول اور ایک وتد مفروق بعد میں ۔

فَاْعِ لَاْتُن - یہ وہی "فاعلاتن" ہے - صرف فاع کہنے سے اصول کی ترتیب بدلی - فاعلاتن میں اوّل سبب بعد وتد مجموع تھا - اب اوّل میں وتد مفروق اور بعد میں خفیف ہوگا -

بعض بحریں ان ارکان میں سے ایک رکن کو چند بار دہرانے سے بن جاتی ہیں - مثلاً مفاعیلن - مفاعیلن - مفاعیلن - مفاعیلن - یہ بھی ایک بحر ہوگئی -

اور بعض دو ارکان کی تکرار سے بنتی ہیں - "مفعول فاعلاتن مفعول فاعلاتن" یہ بھی ایک بحر ہوگئی - بحروں میں جو الفاظ ان لفظوں کے علاوہ پائے جاتے ہیں وہ انھیں کی شاخ ہوتے ہیں اور اصل الفاظ میں سے کچھ کم یا زیادہ کرکے یا متحرک کو ساکن کرکے بنا لئے جاتے ہیں ان دس ارکان کے ذریعہ انیس ۱۹ بحریں بنتی ہیں - بعض ارکان میں اتحاد ہوتا ہے - اور جو بحریں ایسے ارکان سے بنتی ہیں - وہ ایک دائرہ کی کہلاتی ہیں - مثلاً فعولن اور فاعلن میں اتحاد ہے -

مستفعلن - مفاعیلن - اور فاعلاتن میں اتحاد ہے - کیونکہ ہر ایک رکن کی ترتیب میں دو سبب خفیف اور ایک وتد مجموع موجود ہے -

آٹھواں درس

بحروں کا بیان

بحریں انیس ۱۹ ہیں، جن میں سے ۷ مفرد ہیں، جو ایک ہی رکن کو بار بار کہنے سے پیدا ہوتی

ور باقی بحریں دو رکنوں کی تکرار سے پیدا ہوتی ہیں۔ یک رکنی بحریں یہ ہیں۔

متقارب۔ فعولن۔ فعولن فعولن۔ فعولن

متدارک۔ فاعلن۔ فاعلن فاعلن۔ فاعلن

رجز۔ مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن

ہزج۔ مفاعیلن۔ مفاعیلن۔ مفاعیلن۔ مفاعیلن

رمل۔ فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن

کامل۔ متفاعلن۔ متفاعلن متفاعلن۔ متفاعلن

۷) وافر۔ مفاعلتن۔ مفاعلتن۔ مفاعلتن۔ مفاعلتن

دو رکنی بحریں یہ ہیں

طویل۔ مدید۔ بسیط۔ مضارع۔ مقتضب۔ مجتث۔
منسرح۔ سریع۔ جدید۔ قریب۔ خفیف۔ مشاکل

طویل۔ فعولن۔ مفاعیلن۔ فعولن۔ مفاعیلن

مدید۔ فاعلاتن فاعلن فاعلاتن فاعلن

بسیط۔ مستفعلن فاعلن مستفعلن فاعلن

مضارع۔ مفاعیلن فاع لاتن مفاعیلن فاع لاتن

مقتضب۔ مفعولات مستفعلن مفعولات مستفعلن

مجتث۔ مس تفع لن۔ فاعلاتن مس تفع لن۔ فاعلاتن

منسرح۔ مستفعلن مفعولات مستفعلن مفعولات

(۱۵) سریع۔ مستفعلن مستفعلن مفعو لات۔

(۱۶) جدید۔ فا علاتن فا علا تن مستفعلن

(۱۷) قریب۔ مفاعیلن مفاعیلن فا علاتن

(۱۸) خفیف۔ فا علا تن مس تفع لن فا علا تن

(۱۹) شاکل۔ فا علاتن۔ مفاعیلن ۔ مفاعیلن

زحافات کا بیان

ارکان میں ضرورتاً کچھ تبدیلیاں کرنی پڑتی ہیں۔ رکن کے تغیر کو اصطلاح عروض میں کہتے ہیں۔ خواہ کچھ بڑھایا جائے یا گھٹایا جائے۔ جیسے فعولن سے فعولان کرلیں یا فعو سے فعل کرلیں۔ یا متحرک کو ساکن کر دیں۔ جیسے فعولاتُ (پیش کے ساتھ) اسے فعولا (تا ساکن کرکے) لکھیں۔

زحاف کی ضرورت اس لئے ہوتی ہے کہ بعض بحریں اصلی حالت میں دلچسپ نہیں ہوتیں مگر ان میں ذرا سی تبدیلی کردی جائے تو پھر بہت خوبصورت ہو جاتی ہیں۔ مثلاً مستفعلن مستفعلن مفعولاتُ۔ (بحر سریع) عربی شاعری کے لئے موزوں تھی۔ مگر اردو میں اس پر شعر کہنا کچھ زیادہ خوشگوار نہ تھا۔ اس لئے اس کو مزاحف کرکے یوں کرلیا۔

مفتعلن مفتعلن فاعلن۔ اب یہ بحر کی ایسی صورت ہو گئی کہ اردو میں بے تکلف غزل کہی جا سکتی ہے۔ زحاف سے ایک فائدہ تو یہ ہوا' دوسرا فائدہ یہ کہ ایک خوبصورت وزن سے دوسرا خوبصورت وزن نکلنے لگا۔ تیسرا فائدہ یہ کہ جتنے وزنوں پر شعر کہا جاتا تھا وہ تمام وزن اصل ہو گئے اور کچھ شاخیں اس طرح تمام اوزان چند بحروں میں تقسیم ہو گئے۔ زحافات

کے سبب سے۔ حسن، اختصار۔ اور ترتیب پیدا ہوتی ہے۔ زحافات تین قسم کے ہوتے ہیں۔
(۱) وہ جو ہر جگہ شعر میں آسکتے ہیں کسی خاص جگہ سے مخصوص نہیں انھیں عام کہتے ہیں۔
(۲) وہ جو صدر اور ابتدا سے مخصوص ہیں۔ } یہ دونوں قسمیں خاص کہلاتی ہیں۔
(۳) وہ جو عروض و ضرب کیلئے مخصوص ہیں۔

عام زحافات چھ ہیں۔ خبن۔ طے۔ قبض۔ کف۔ خبل۔ شکل۔

سبب خفیف کا یا تو دوسرا حرف ساکن ہوتا ہے۔ جیسے مستفعلن کا سین اور فاعلاتن یا فاعلن کا الف اور مفعولات کا ف، یا چوتھا حرف ساکن ہوتا ہے۔ جیسے مستفعلن متفعل۔ میں ف اور مفعولات کا واؤ یا پانچواں حرف ساکن ہوتا ہے۔ جیسے فعولن کا نون اور مفاعیلن کی ی۔ یا ساتواں حرف ہوتا ہے۔ جیسے فاعلاتن متصل اور منفصل اور مس تفع لن منفصل یا مفاعیلن میں نون۔

اگر سبب خفیف کا حرف ساکن دوسری جگہ سے گرے تو اس کو خبن کہیں گے۔

اگر چوتھے مقام سے ساقط ہو تو اس کو طے کہیں گے۔ اگر پانچویں جگہ سے گرے تو اس کو قبض کہیں گے۔ اگر ساتویں جگہ سے گرے تو کف کہیں گے۔ جب خبن اور طے ایک جگہ واقع ہوں تو ان کے مجموعہ کو خبل کہتے ہیں۔

اسی طرح خبن اور کف کے مجموعہ کو شکل کہتے ہیں جن کا ارکان میں خبن ہوتا ہے انھیں مخبون۔ جن میں طے ہوتا ہے انھیں مطوی۔ جہاں قبض واقع ہوا انھیں مقبوض۔ جہاں کف واقع ہوا انھیں مکفوف۔ جن میں خبل واقع ہوا انھیں مخبول۔ اور جن میں شکل واقع ہو انھیں مشکول کہتے ہیں۔

بحر ہزج مسدس مقصور

مفاعیلن مفاعیلن مفاعیل

مثال:- شراب عشق سے سرشار ہوں میں ٭ کسی کا طالب دیدار ہوں میں
تقطیع کرنے کا قاعدہ:- شراب عش مفاعیلن قسے سرشا مفاعیلن رہوں میں مفاعیل الخ

بحر ہزج مسدس اخرب مقصور مقبوض

مفعول مفاعلن، مفاعیل یا فعولن ـــــــ

مثال:- شبنم کے سوا چرانے والا ٭ اوپر کا تھا کون آنے والا
تقطیع کرنے کا قاعدہ:- شبنم کے مفعول سوا چرا مفاعلن نے والا فعولن۔ الخ

بحر ہزج مسدس اخرب محذوف مقبوض

مثال:- آگاہ نئی تپ دردل را ٭ نشتر چہ زنی رگ جنوں را

بحر ہزج مثمن مقبوض

مفاعلن مفاعلن مفاعلن مفاعلن

مثال:- یہ تھوڑی تھوڑی مے نہ دے کلائی موڑ موڑ کر ٭ بھلا ہو تیرا ساقیا پلا دے خم نچوڑ کر
تقطیع کرنے کا قاعدہ:- یہ تھوڑی تھو مفاعلن ڑی مے نہ دے مفاعلن کلائی مو مفاعلن مفاعلن۔ الخ۔

بحر ہزج مثمن اخرب

مفعول۔ مفاعیلن۔ مفعول مفاعیلن

مثال۔ اے در لبِ لعل تو اعجاز مسیحائی ٭ مردم زغم ہجرت وقت است کہ باز آئی

تقطیع کرنے کا قاعدہ۔ اے در لب مفعول لعل تو مفاعیلن اعجاز م مفعول مسیحائی مفاعیلن۔ الخ

اگر اس بحر کے مندرجہ ذیل چاروں وزن ایک ساتھ نظم ہو جائیں تو کوئی ہرج نہیں چنانچہ اکثر فارسی کی مثنویوں میں ایسی مثالیں موجود ہیں۔ وہ چاروں وزن یہ ہیں۔

مفعول فاعلن مفاعیل ٭ مفعول مفاعلن فعولن

مفعولن فاعلن مفاعیل ٭ مفعولن فاعلن فعولن

مثلاً

انسان کا سرود رقص کیا ہے ٭ مفعول مفاعلن فعولن

پریوں کا ناچ دیکھنا ہے مفعولن فاعلن فعولن

خالق نے دیے تھے چار فرزند مفعول مفاعلن مفاعیل

دانا عاقل ذکی خردمند مفعولن فاعلن مفاعیل

اسی طرح ایک مصرع کے آخر میں "مفاعیلن" سالم اور دوسرے مصرع میں "مفاعیلان" لائیں تو جائز ہے۔ اور ابتدا میں فعولن اور مفعول کا مقابلہ بھی درست ہے۔

بحر رجز

یہ بحر اردو فارسی میں سالم زیادہ مستعمل ہے اور اسکی باقی شاخیں متروک یا کم مستعمل ہیں۔

بحر رجز مثمن سالم

مستفعلن مستفعلن مستفعلن مستفعلن

مثال: بامن میا ویز اے پسر فرزند آذر را نگر ؎ ہر کس کہ شد صاحب نظر دین بزرگاں خوش نکرد

تقطیع کرنے کا قاعدہ: بامن میا مستفعلن ویز اے پسر مستفعلن فرز ندِ آ مستفعلن ذر را نگر مستفعلن

بحر رجز مثمن مطوی مخبون

مفتعلن مفاعلن مفتعلن مفاعلن

مثال: شعلۂ برق کی طرح دور سے شوخیاں نکر ؎ صورتِ دامنِ مراد دستِ سوال میں بھی آ

تقطیع: شعلۂ برق کی طرح مفتعلن مفاعلن دور سے شوخیاں نکر مفتعلن مفاعلن۔ الخ۔

بحر رجز مثمن مطوی۔ مفتعلن مفتعلن مفتعلن مفتعلن

رجز مثمن مخبون مطوی: مفاعلن مفتعلن مفاعلن مفتعلن۔

رجز مثمن مطوی مخبون مقطوع: مفتعلن مفاعلن مفتعلن مفاعلن مفتعلن مفعولن

رجز مسدس سالم: مستفعلن مستفعلن مستفعلن۔

رجز مسدس مقطوع: مستفعلن۔ مستفعلن۔ مفعولن۔

رجز مسدس مطوی۔ مفتعلن مفتعلن مفتعلن۔

یہ بحریں اردو میں مستعمل نہیں ہیں۔ صرف عربی اور فارسی زبانوں میں مروج ہیں۔

بحر رمل

بحر رمل مثمن مقصور یا محذوف: فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلات یا فاعلن

مثال:- صورتے گرد و مجسّم فتح گویدآشکارہ ؛ لا فتیٰ الّا علی لا سیف الّا ذوالفقار
تقطیع:- صورتے گر فاعلاتن۔ د و مجسّم فاعلاتن فتح گویہ فاعلاتن ؛ سکار فاعلات۔
لا فتیٰ ال فاعلاتن۔ لا علی لا فاعلاتن۔ سیف الّا فاعلاتن ذوالفقار فاعلات

نوٹ:- مجسّم کا سین اور الّا کا لام تشدید کے سبب سے دو حرف گنے گئے ۔ آشکار کا مد ایک الف سمجھا گیا۔ ذوالفقار کا واؤ اور الف چونکہ تلفظ میں نہیں آتا تھا اس لئے تقطیع میں بھی نہ لیا گیا۔

بحرِ رمل مثمن محذوف

فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

مثال:- نقشِ سجدہ پر فضائے عرش ہے چھائی ہوئی ؛ آستانِ یار پہ اچھی جبیں سائی ہوئی
تقطیع:- نقشِ سجدہ فاعلاتن۔ پر فضائے فاعلاتن عرش ہے چھا فاعلاتن ئی ہوئی فاعلن الخ

بحرِ رمل مثمن مخبون محذوف

فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فَعِلُن

مثال:- جس جگہ جمع ترے خاک نشیں ہوتے ہیں ؛ غالباً سب میں نمودار ہمیں ہوتے ہیں
تقطیع:- جس جگہ جم۔ فاعلاتن ع ترے خا فعلاتن ک نشیں ہو فعلاتن تے ہیں فعلن

بحرِ رمل مثمن مخبون مقصور

فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلان یا فعلات

مثال = ہو گیا دل تیرے گیسوئے پریشاں میں اسیر ؛ خون کے قطرہ کو ہے حوصلہ مشک و عبیر
تقطیع = ہو گیا دل فاعلاتن۔ تیرے گیسو فعلاتن۔ ئے پریشاں۔ فعلاتن میں اسیر فعلات الخ
اس بحر کے مصرعوں کے آخر میں ایک جگہ فاعلات اور ایک جگہ فاعلن یا ایک جگہ فعلات اور ایک جگہ فعلُن اور فعلُن درست ہے۔
اسی طرح مصرع کے شروع میں فاعلاتن کے مقابلہ میں فعلاتن لانا بھی جائز ہے۔

بحر رمل مسدّس محذوف

فاعلاتن فاعلاتن فاعلن

مثال = رنج کی جب گفتگو ہونے لگی ؛ آپ سے تم تم سے تو ہونے لگی
تقطیع = رنج کی جب فاعلاتن گفتگو ہو فاعلاتن نے لگی فاعلن۔ الخ۔

بحر رمل مسدس مخبون ابتر

فاعلاتن فعلاتن فعلن

مثال = زچّہ خانے میں بھی تنہائی ؛ آرزو مژدۂ تازہ لائی
تقطیع = زچّہ خانے فاعلاتن۔ میں بھی تنہہ فعلاتن نائی فعلُن

بحر رمل مثمن مشکول

فعلات فاعلاتن فعلات فاعلاتن

مثال = یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصالِ یار ہوتا ؛ اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا

تقطیع = یہ نہ تھی ہماری قسمت فعلات فاعلاتن۔ کہ وصالِ یار ہوتا فعلات فاعلاتن ! الخ

بحرِ رمل مجنوں (شانزدہ رکنی)

فعلاتن ۱۶ بار

مثال :- رنگِ رخسار دُور گوش و خط و خدّ و قدّ و عارض و خالِ لبت اے سرو پری رو دو دسمن ہم شفق و کوکب و شام و سحر و طوبیٰ گلزار بہشت است و بلال طرفِ چشمۂ کوثر

تقطیع :- رنگِ رخسا فعلاتن ر دو رگو فعلاتن ش و خط و خد فعلاتن د و قد و عا فعلاتن رض و خالِ فعلاتن لبت اے سر فعلاتن و پری رو فعلاتن دسمن ہم فعلاتن ۔

اس بحر میں ۳۰ ۔ ۱۳۰ ۔ ارکان کے مصرع بھی سننے میں آئے ہیں لیکن یہ صرف ایک قسم کا اُپج ہے۔ ایسے لمبے اشعار نہ پڑھنے میں بھلے معلوم ہوتے ہیں نہ لکھنے میں ناواقف لوگ اس قسم کے لمبے مصرعوں کو بحرِ طویل کہتے ہیں حالانکہ "بحرِ طویل" اُن مصرعوں سے کہیں چھوٹی ہوتی ہے۔

رمل مثمن مخبون مشعث

فعلاتن فعلاتن فعلاتن مفعولن

رمل مثمن مخبون مجحوف

فعلاتن فعلاتن مفعولن فع

رمل مثمن مدروس

فاعلاتن۔فاعلاتن فاعلاتن فع

رمل مسدس سالم یا مسبّغ

فاعلاتن۔فاعلاتن فاعلاتن

یہ بحر اب اردو میں مستعمل نہیں ہیں بعض فارسی شعرا نے ان بحروں میں چند غزلیں کہی ہیں مگر وہ مقبول نہیں ہیں۔

بحر وافر کا بیان

بحر وافر مثمن سالم۔ مفاعلتن۔مفاعلتن مفاعلتن مفاعلن

بحر وافر مسدس سالم۔ مفاعلتن مفاعلتن مفاعلتن

بحر وافر مسدس معصوب۔ مفاعیلن مفاعلتن فعولن

بحر وافر مسدس معقول۔ مفاعلن مفاعلتن فعولن

بحر وافر مسدس مقطوف۔ مفاعلتن مفاعلتن فعولن

بحر وافر مربع سالم مفاعلتن مفاعلتن

معقول و معطوف میں بعض شعرائے اردو نے غزلیں کہیں ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ بحر وافر اردو میں مروّج ہی نہیں۔

بحر کامل کا بیان

بحر کامل مثمن سالم۔ متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن

بحر کامل مثمن سالم

متفاعلن متفاعلن متفاعلن متفاعلن

مثال: ترے وعدے کو بت بیوفا نہ قرار ہے نہ قیام ہے ٭ ابھی شام تھی ابھی صبح ہے ابھی صبح تھی ابھی شام ہے

تقطیع: ترے وعدے کو متفاعلن بت بے وفا متفاعلن نہ قرار ہے متفاعلن نہ قیام ہے متفاعلن الخ

بحر کامل مثمن مضمر: متفاعلن مستفعلن متفاعلن مستفعلن۔

بحر کامل مسدس سالم: متفاعلن متفاعلن متفاعلن

بحر کامل مسدس مضمر مذال۔ متفاعلن مستفعلن مستفعلان

بحر کامل مسدس مضمر موقوص: مستفعلن مفاعلن متفاعلن

یہ چاروں بحریں اردو میں مستعمل نہیں ہیں۔

بحر بسیط کا بیان

اس بحر کی صرف ایک شاخ اردو میں مستعمل ہے۔

بحر بسیط مثمن مطوی

مفتعلن فاعلن مفتعلن فاعلن

مثال: لاکھ میں وہ انتخاب دیکھئے کب تک رہے ٭ آپ ہی اپنا جواب دیکھئے کب تک رہے۔

تقطیع: لاکھ میں وہ مفتعلن، انتخاب فاعلن، دیکھئے کب مفتعلن، تک رہے فاعلن۔ الخ

اس بحر میں بجائے فاعلن کے فاعلان لانا درست ہے۔

بحر بسیط مثمن سالم۔ مستفعلن فاعلن مستفعلن فاعلن
بحر بسیط مثمن سالم مخبون۔ مستفعلن فعلن مستفعلن فعلن
بحر بسیط مثمن مخبول۔ مفاعلن فعلن، مفاعلن فعلن
بحر بسیط مسدس سالم۔ مستفعلن فاعلن مستفعلن
بحر بسیط مسدس مطوی۔ مفتعلن فاعلن مفتعلن
بحر بسیط مسدس قطع مستفعلن فاعلن فعولن
یہ تمام مثالیں اردو میں مستعمل نہیں ہیں۔

بحر مضارع کا بیان

بحر مضارع مثمن اخرب

مفعول فاع لاتن مفعول فاع لاتن

مثال۔ بیگانگی بقدرِ اصرار و التجا ہے ٭ شاید ترے ستم کو اندازہ وفا ہے
تقطیع۔ بیگان مفعول گی بقدر فاع لاتن اصرار و مفعول التجا ہے فاع لاتن۔ الخ

بحر مضارع مثمن اخرب مکفوف

مفعول فاع لات مفاعیل فاع لن

مثال۔ تر دامنی پہ میری نہ جا شیخ ہیں ابھی ٭ دامن نچوڑ دوں تو فرشتے وضو کریں
تقطیع۔ تر دامنی مفعول پہ میری فاعلات نہ جا شیخ مفاعیل ہیں ابھی فاعلن۔ الخ

بحر مضارع مثمن مکفوف مقصور

مفعول فاعلات مفاعیل فاعلات

مثال۔ دل کام کا نہیں تو نہ لو جان نذر ہے ÷ اتنی ذرا سی بات پہ رو ٹھا نہ چاہئے۔
تقطیع۔ دل کام مفعول کا نہیں تو فاعلات نہ لو جان مفاعیل نذر ہے فاعلات الخ۔

اس بحر میں فاع لات یا فاعلن دونوں لانا جائز ہے۔

بحر مضارع مثمن مکفوف مقصور یا محذوف

مفاعیل فاع لات مفاعیل فاعلن

مثال۔ خوش آں موسم بہار کہ بر طرف لالہ زار ÷ ہندیار گلعذار بکف جام خوشگوار
تقطیع۔ خوش آں موس مفاعیل م بہار فاعلات کہ بر طرف مفاعیل لالہ زار فاعلن الخ

بعض شعرا نے اس بحر کو شانزدہ رکنی کر کے بھی نظمیں کہی ہیں۔ اور قاآنی کے بعض قصائد بھی اضافۂ ارکان کے ساتھ اس بحر میں پائے جاتے ہیں۔ اس بحر کے مندرجۂ ذیل ارکان اردو میں مستعمل نہیں۔

بحر مضارع مثمن سالم۔ مفاعیلن فاع لاتن مفاعیلن فاع لاتن۔
بحر مضارع مثمن اخرب مکفوف۔ مفعول فاع لاتن مفاعیل فاع لاتن
بحر مضارع اخرب مکفوف مسلوخ۔ مفعول فاع لات مفاعیل فاع
بحر مضارع مسدس سالم۔ مفاعیلن مفاع لاتن مفاعیلن
بحر مضارع مسدس مکفوف مقصور یا محذوف۔ مفاعیلن فاع لات مفعول ل
بحر مضارع مسدس اخرب مکفوف۔ مفعول فاع لاتُ مفاعیلن
بحر مضارع مسدس اخرب مکفوف اہتم یا مجبوب۔ مفعول فاعلات فعول
بحر مضارع مسدس مقبوض۔ مفاعلن فاع لاتن مفاعلن
بحر مضارع مسدس اخرب مخنق۔ مفعول فاع لاتن مفعولن
بحر مضارع مسدس اخرب مخنق مقصور۔ مفعول فاع لاتن فعلان (ایک غزل یا قصیدہ میں یہ اوزان جمع ہو سکتے ہیں)
مفعول فاعلاتن مفعول فاعلاتن ÷ مفعول فاع لات مفاعیل فاع لاتن
فاعلاتن کے ساتھ مصرع کے آخر میں فاعلیان بھی آتا ہے۔

بحر مجتث کا بیان

بحر مجتث کی ایک شاخ اردو میں زیادہ مستعمل ہے۔ "مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلان یا فعلات"

مثال: قفس سے چھوٹ کے بڑی دیر میں ٹھکانہ ملا ٭ خیال سے بھی کہیں دور آشیانہ ملا

تقطیع: قفس سے چھوٹ مفاعلن کے بڑی دیر فعلاتن میں ٹھکانہ فعلاتن نہ ملا فعلات۔ الخ۔

فعلات (عین کے نیچے زیر) کے ساتھ فعلان (عین ساکن)، فعلن (عین کے نیچے زیر) اور فعلن (عین ساکن) بھی لاتے ہیں اور اس سے بحر میں کوئی فرق نہیں آتا۔

بحر مجتث کی جو مثال دی گئی ہے اس کا نام "بحر مجتث مثمن مخبون مقصور" ہے اسکے علاوہ اس بحر کی مندرجہ ذیل شاخیں یا تو اردو میں بالکل مستعمل نہیں یا شاذ و نادر کہیں استعمال کی جاتی ہیں۔

بحر مجتث مثمن سالم: مس تفع لن فاعلاتن مس تفع لن فاعلاتن

بحر مجتث مخبون: مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلاتن

مثال: بہشت میں بھی نہ بہلے بار کے لگی طبیعت ٭ مزاج پھر سکے گا نہ حسن حور ہمارا

بحر مجتث مثمن مخبون مسدود مسدس۔ - مفاعلن فعلاتن مفاعلن فاع۔

بحر مجتث مثمن مخبون مسکن مدود مسدس۔ مفاعلن مفعولن مفاعلن فاع۔

بحر مجتث مسدس مخبون یا مذال۔ مفاعلن فعلاتن مفاعلن۔

بحر منسرح کا بیان

اس بحر کی صرف ایک شاخ اردو میں مستعمل ہے وہ بھی بہت کم

بحر منسرح مثمن مطوی موقوف

مفتعلن فاعلات مفتعلن فاعلات

مثال: آنکہ دلم صید کرد میر شکار من است ٭ دست بخون نگار بستہ نگار من است۔

تقطیع: آنکہ دلم مفتعلن صید کرد فاعلات میر شکا مفتعلن ر من است فاعلات۔ الخ۔

الف ممدودہ دو حروف کے برابر سمجھا گیا۔ نون غنہ کالعدم اور شکار کی اضافت ایک حرف سمجھی گئی

اس بحر کی شاخیں اردو میں مستعمل نہیں ہیں۔

بحر منسرح مثمن موقوف۔ مستفعلن مفعولات مستفعلن مفعولات۔

بحر منسرح مثمن مطوی مجدوع۔ مفتعلن فاعلات مفتعلن فاع

بحر منسرح مسدس مطوی۔ مفتعلن فاعلات مفتعلن۔

بحر منسرح مسدس مطوی۔ مفتعلن فاعلات مفعولن

بحر سریع کا بیان

یہ بحر سالم مستعمل نہیں ہے۔

بحر سریع مطوی موقوف

مفتعلن مفتعلن فاعلات

مثال۔ مجھ سے نہ کر بزم میں اپنی گریز ۔ دیکھ نہ یوں میری طرف تیز تیز

تقطیع۔ مجھ سے نہ کر مفتعلن ۔ بزم میں اپ مفتعلن نی گریز فاعلات ۔ الخ

بحر سریع مطوی مکسوف

مفتعلن مفتعلن فاعلن

مثال۔ ہر دم ازیں باغ برے میرسد

تازہ ترازتازہ ترے میرسد

تقطیع۔ ہر دم ازیں مفتعلن، باغ برے مفتعلن میرسد فاعلن الخ

بحر سریع کی یہ شاخیں مستعمل نہیں ہیں۔

بحر سریع مسدس موقوف = مستفعلن مستفعلن مفعولان۔
بحر سریع مسدس مکفوف = مستفعلن مستفعلن مفعولن
بحر سریع مسدس مطوی اصلم = مفتعلن مفتعلن فعلن
بحر سریع وافی مخبون مکسوف = مستفعلن مستفعلن فعولن
بحر سریع مطوی مجدوع = مفتعلن مفتعلن فاع
بحر سریع مخبون مطوی مکسوف = مفاعلن مفاعلن فاعلن

بحر خفیف کا بیان

اس بحر کی بھی صرف ایک ہی شاخ زیادہ مستعمل ہے۔

بحر خفیف مسدس مخبون ابتر

فاعلاتن مفاعلن فعلن

مثال
اس سے کیا خاک ہمنشیں بنتی
بات بگڑی ہوئی نہیں بنتی

تقطیع - اس سے کیا خا فاعلاتن ک ہم نشیں مفاعلن بنتی فعلن

اس وزن میں یہ چار صورتیں جائز سمجھی گئی ہیں

(۱) فاعلاتن مفاعلن فعلن
(۲) فاعلاتن مفاعلن فعلان
(۳) فاعلاتن مفاعلن فعلات

(۴) فاعلاتن مفاع لن فعلان

یہ شاخیں مستعمل نہیں ہیں۔

بحر خفیف مسدس مخبون محذوف۔ فاعلاتن مفاعلن فع

بحر خفیف مسدس مخبون ۔ فاعلاتن مفاعلن فاعلاتن

بحر خفیف مخبون مشعث۔ فاعلاتن مفاعلن۔ مفعولن

بحر خفیف مسدس سالم۔ فاع لاتن مس تفع لن فاعلاتن

بحر طویل کا بیان

یہ بحر اردو میں درج نہیں ہے اور اگر ہے بھی تو بہ تکلف مثلاً

محبت رقیبوں سے عداوت نسیم سے
کسی پر عنائتیں کسی پر یہ شد تیں

وزن ۔ فعولن مفاعیلن فعولن مفاعلن

بحر مدید کا بیان

یہ بحر بھی اردو میں بہت کم مستعمل ہے عربی میں اور خصوصاً فارسی میں اس کا رواج زیادہ پایا جاتا ہے۔

بحر مدید مثمن سالم

فاعلاتن فاعلن فاعلاتن فاعلن

مثال حال دونوں کا ہے غیر ہجر کے صدمے سے اب۔ جھیلتے ہیں سختیاں ہم یہاں اور تم وہاں

تقطیع - حال دونوں فاعلاتن کا ہے غیر فاعلن بحر کے صد فاعلاتن مے سے اب فاعلن الخ

بحر مدید مثمن مجنون

فعلاتن فعلن فعلاتن فعلان

مثال - لب او آب بقا سخنش مایۂ جاں - قد او سرو سہی دہنش سر نہاں

تقطیع - لب او آ فعلاتن ب بقا فعلن سخنش ما فعلاتن یۂ جاں فعلان الخ

بحر قریب - بحر جدید اور بحر مشاکل یہ تینوں بحریں عربی میں مستعمل ہیں بعض فارسی شعرا نے ان بحروں پر طبع آزمائی کی ہے مگر بہت کم -

بحر قریب سالم = مفاعیلن مفاعیلن فاع لاتن

بحر قریب مکفوف = مفاعیلُ مفاعیل فاع لاتن

بحر قریب مکفوف مقصور یا محذوف = مفاعیلُ مفاعیل فاعلان یا فاعلن -

بحر قریب اخرب = مفعول مفعول فاع لاتن یا فاعلیان

بحر قریب اخرب مکفوف سالم - مفعول مفاعیل فاع لاتن

بحر قریب اخرب مکفوف مقصور یا محذوف = مفعول مفاعیل فاعلان یا فاعلن -

---

بحر جدید سالم = فاعلاتن فاعلاتن مستفعلن

بحر جدید مجنون = فعلاتن فعلاتن مفاعلن

بحر جدید مطوی = فاعلاتن - فاعلاتن - مفتعلن

بحر مشاکل سالم = فاع لاتن مفاعیلن - مفاعیلن -

بحر مشاکل مکفوف مقصور : فاعلاتُ مفاعیلُ مفاعیل

نواں درس

عیوب کلام

عیب دار شعر کہنے سے نہ کہنا اچھا ہے اس لئے کہ شعر کتاب میں اور کتاب سے ذہن میں محفوظ ہو کر زبان کے ذریعہ منتقل ہوتا رہتا ہے اور اسی طرح اگر اس میں کوئی عروضی یا فنی عیب ہوتا ہے تو وہ ایک ذہن سے دوسرے ذہن میں اور ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل ہو جاتا ہے فنی عیوب سے واقف نہ ہونا ایک طالب علم شاعری کے لئے نہایت افسوس ناک ہے اسلئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ یہاں بعض فنی عیوب کی تشریح کردیں۔

(۱) **حشو** ۔ شعر میں ایک ایسا لفظ یا الفاظ لانا جن کے نہ ہونے سے کوئی حرج اور نقصان نہ ہو اور بغیر اس لفظ یا ان الفاظ کے شعر کا مفہوم سمجھ میں آسکے۔ مثلاً

عجیب شے ہے جہاں میں محبت والفت ٭ کہ اس سے رہ نہیں سکتا کوئی بشر خالی

اس شعر میں محبت کے بعد "الفت" حشو ہے کیونکہ بغیر اس لفظ کے بھی شعر اپنے معنی و مفہوم میں مکمل ہے

(۲) **شتر گربہ** ۔ اگر ایک شعر کے ایک مصرع میں "تو" یا "آپ" اور دوسرے میں "تم" ہو یا ایک مصرع میں "ہم" اور دوسرے میں "میں" ہو خواہ بہ حیثیت ضمیر یا کسی دوسری حیثیت سے تو اسے

شتر گربہ کہیں گے۔ مثلاً

نالہ کرنا سہل نہیں، لیکن میری عرض یہ ہے ؏ جب ہم نالے کھینچینگے وہ برہم ہو جائینگے

حضرت داغ دہلوی اپنے ایک قطعہ میں فرماتے ہیں

ایک مصرع میں "ہو تو" دوسرے مصرع میں "ہو تم"

یہ شتر گربہ ہوا میں نے اسے ترک کیا

ہر شعر میں ضمیر اور زمانہ کے لحاظ سے دونوں مصرع یکساں ہونے چاہئیں

(۳) **تنزل**۔ کسی چیز کو کسی بڑی چیز سے تشبیہہ دے کر یا موصوف کر کے پھر کسی چھوٹی چیز سے تشبیہہ دی جائے یا موصوف کیا جائے مثلاً

صبح دم عارض سے ہو جاتا ہے ششدر آفتاب

چاند ہو جاتا ہے رخ سے محوِ حیرت رات کو

ظاہر ہے کہ جب عارض سے آفتاب حیران ہو جاتا ہے تو چاند خواہ مخواہ محوِ حیرت ہو جائے گا۔ کیونکہ چاند کسی اعتبار سے آفتاب سے بڑا نہیں ہے۔ البتہ اگر ایک مصرع میں یوں لکھا جائے کہ

تیرے چہرہ سے ہیں نادم ماہتاب و آفتاب

تو اس میں تنزل کا عیب نہیں رہے گا۔

(۴) **تنافر لفظی**۔ ایسے الفاظ شعر میں دانستہ یا نادانستہ نظم ہو جائیں جن کے مفہوم سے سننے والے کو نفرت اور اکراہ پیدا ہو جیسے

جو رُو پہ چڑھا بس اسے چورنگ بنا دیا پھوڑ دم

"رُو پر چڑھنا" سامنے آنے کے معنی ہیں اردو کا محاورہ ضرور ہے لیکن جو کے ساتھ رو ملکر "جورو"

ایک دوسرا لفظ بن گیا اور "پھر چڑیا" نے اس میں ایک گندہ ایہام پیدا کر کے مصرع کو نفرت کی پوٹ بنا دیا۔ اسی کو تنافر لفظی کہتے ہیں۔ ایسے ایہام اور کنایہ سے شعر کو ہمیشہ محفوظ رکھنا چاہیئے

تنافر معنوی - شعر ایسے الفاظ سے مرتب کرنا کہ اس کا مفہوم سننے والے کی سماعت میں نفرت پیدا کرے مثلاً۔

ہو گیا حضرت واعظ کا بھی پیشاب خطا
خندۂ قلقل مینا تجھے ہم مان گئے

غرابت - شعر میں ایسے مشکل الفاظ لانا کہ بغیر لغت کی مدد کے شعر کے معنی کسی طرح سمجھ ہی میں نہ آسکیں۔ مثلاً

جب اتفاق مجیئت سے یار آتا ہے
وہیں رقیب خلیع العذار آتا ہے

"مجیئت" اور "خلیع العذار" دونوں عربی الفاظ ہیں اور غیر معروف اس لئے اس مطلع میں غرابت ہے عربی فارسی کے وہ مانوس الفاظ جو ہماری زبان میں عام طور پر سمجھے جاتے ہیں۔ اگر شعر میں لائے جائیں تو چنداں مضائقہ نہیں۔ بعض اوقات ہم ایسے الفاظ کے استعمال پر مجبور ہو جاتے ہیں لیکن ثقیل اور غیر مانوس الفاظ شعر میں دانستہ بھر دینا بہت بڑا عیب ہے۔

تقابل ردیفین - جو لفظ ردیف ہو وہ ہی کسی پہلے مصرع کے آخر میں لایا جائے۔ مثلاً

خدا کہہ کر عبادت جانتا ہے فرض ہر بت کی = کوئی دیکھے تو جا کر دیر میں نیت مسلماں کی

لیکن دو لفظی ردیف کا پہلا یا آخری لفظ اگر کسی پہلے مصرع کے آخر میں لایا جائے تو وہ
عیب نہیں مانا جاتا مثلاً

وصال ظاہری ممکن نہیں لیکن یہ ظاہر ہے
میں اسکے دلمیں رہتا ہوں۔ وہ میرے دلمیں رہتا ہے

اس شعر میں "میں رہتا ہے" ردیف ہے اور "دل" قافیہ ہے اس لئے "ہے" پہلے
مصرع کے آخر میں لانا داخل عیب نہیں سمجھا جاتا

مضاف الیہ بہ اعلان نون ۔ اگر کسی جگہ دو لفظ مضاف او
مضاف الیہ ہوں اور مضاف الیہ کے آخر میں نون ہو تو اس کا اعلان جائز نہیں

جو تجھ سے بات کر کے خاموش ہو گئے ہیں
دنیا میں ذکر ان کا نوکِ زبان پر ہے

"نوکِ زبان" اعلانِ نون کے ساتھ غلط ہے خواہ مصرع کے آخر میں بصورت قافیہ
ہو یا ابتدا اور وسط میں البتہ "نوکِ زباں" نون غنہ کے ساتھ لکھ سکتے ہیں۔

تعقید ۔ الفاظ کے آگے پیچھے لانے کو تعقید کہتے ہیں۔ مثلاً

لٹنے کو تیری بزم میں پھر میں ہوں آگیا
دے اذن چشم مست کو پھر لوٹ لے مجھے

"آگیا ہوں میں" کی جگہ "میں ہوں آگیا" کہنا تعقید ہے لیکن اگر بعض جگہ ردیف کی م
سے تعقیدِ قریب واقع ہو جائے تو اسے جائز رکھا گیا ہے۔ مثلاً

کہاں سے لائیگا قاصد بیاں میرا زباں میری
مزہ جب تھا کہ خود سنتے وہ مجھ سے داستاں میری

جب ہم بولیں گے تو "میری زبان" اور "میری داستان" بولیں گے اس اعتبار سے اس مطلع میں تعقید ہونی چاہیئے لیکن ردیف کی مجبوری کی وجہ سے یہ تعقید فریبی جائز سمجھی گئی ہے۔

عیوب فصاحت

تنافر حروف - ایسے الفاظ جمع کرنا جن کے ادا کرنے میں زبان کو لغزش ہو۔ یا انہیں اس طرح ترتیب دینا کہ تلفظ کے وقت زبان سے کچھ کا کچھ ادا ہونے لگے۔ مثلاً

خواجہ توچہ تجارت میکنی

یا۔ اک کشش میں شبیر سو کر لیں شکار

پہلے فقرے اور دوسرے مصرع کو چند بار بے تکلف پڑھیئے تو معلوم ہوگا کہ زبان کو کیا دقت پیش آتی ہے۔؟

تتابع - متواتر اضافتوں کا لانا۔ مثلاً

لوٹ دیتی ہے صفیں عشاق کی اک آن میں
جنبشِ ابروئے شوخِ دشمنِ جانِ حزیں

ایک اور دو اضافتوں کا تو مضائقہ نہیں۔ مگر تین اور اس سے زیادہ اضافتیں ثقیل معلوم ہوتی ہیں۔

ضعفِ تالیف - فصحا کے استعمال کے خلاف ترکیبیں پیدا کرنا۔ مثلاً

وہ صفائی مجھے حاصل ہے کہ ہر دل ہوں عزیز

"ہر دلعزیز" میں "ہوں" کو ٹھونس دینا دخل در معقولات اور خلاف استعمالِ فصحا ہے

اسی طرح ہندی مضاف مضاف الیہ ۔ یا معطوف معطوف الیہ بنانا بھی اسی عیب میں داخل ہے جیسے موسمِ ساون ۔ چوٹی مشکیں ۔ ہاتھ و پاؤں ۔ دن بہ دن وغیرہ

اخلال ۔ ایسے لفظ کا رہ جانا کہ اس کے نہ ہونے سے معنی میں نقص رہ جائے ۔

تکرارِ بے جا ۔ بے موقع یا بے ضرورت ایک لفظ کا مکرر لانا ۔ اگر تکرار کسی خوبصورتی سے ہو تو مضائقہ نہیں ۔

تخلیع ۔ بدنما اور متروک بحروں میں نظم کہنا

تناقض ۔ کسی چیز کی ایسی دو صفتیں (بغیر کسی فرق اعتباری کے) بیان کی جائیں جو آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہوں ۔ مثلاً کسی کو ممتروف بھی کہا جائے اور ممسک بھی جوان بھی کہا جائے اور پیر بھی ۔ البتہ اعتبار کا فرق ہو تو درست ہے ۔ جیسے ۔ بہ ہمت جوان و بہ تدبیر پیر ۔

یعنی ہمت کے اعتبار سے جوان اور عقل کے اعتبار سے پیر اس میں ایک خوبی ہے اور یہ

اہمال ۔ شعر میں ایسے الفاظ جمع کر دینا کہ سننے والا ایک وقت شعر کا مطلب نہ سمجھ سکے ۔ اور جب غور و فکر کے بعد الفاظ کو معنی پہنائے جائیں تو شعر کا مفہوم و مطلب خبط ہو

اعراض ۔ کسی لغوی لفظ کو اہل لغت کے خلاف لکھنا جیسے قسم کے سین پر زبر ہے اور اسے قسم سین ساکن کر کے لکھیں ۔

(نوٹ) یہاں سمجھ لینا چاہیئے کہ جو الفاظ فصحا خلاف لغت استعمال کریں ان کی تقلید عیب نہیں ہے

مثلاً لفظ حنا ۔ جو دراصل حنّا ہے لیکن تمام فصحا نے بغیر تشدید لکھا ہے ۔ اب اسکو غلط کہنا "حنّا" لکھنا دوسروں کو ہنسنے کا موقع دینا ہے ۔

سرقہ کی قسمیں

شعرا میں چوری کا مرض صرف ان لوگوں کو ہوتا ہے جو شاعری کے لئے پیدا نہیں ہوتے مگر زبردستی شاعر بن جاتے ہیں اور جب ان کی فطری محرومی ان کے ذہن سے اچھے اور موزوں اشعار نکالنے میں ناکام ہوتی ہے تو وہ مجبوراً دوسرے شعرا کے اشعار چرا چرا کر اپنا کام نکالتے ہیں اگر سننے والا اصل مصنف سے واقف نہ ہوا تو کام نکل گیا داد مل گئی اور اگر واقف ہوا تو یا چور ٹھہرائے گئے یا "توارد" کی آڑ لے کر ندامت مٹا لی۔

سرقہ یا چوری صرف یہی نہیں ہے کہ کسی دوسرے شاعر کا پورا شعر چرا لیا جائے بلکہ سرقہ کی کئی قسمیں ہیں جنکا یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) **انتحال** ۔ کسی کا شعر یا غزل بغیر کسی تغیر یا ترمیم کے اپنے نام سے پڑھ دینا جس میں صرف تخلص کا فرق ہو اسے نسخ بھی کہتے ہیں

غارہ ۔ دوسرے کے شعر میں کچھ الفاظ اپنی طرف سے ملا کر اور اپنا کہہ کر پڑھ دینا۔ جیسے

اے بتو اسقدر جفا ہم پر — عاقبت بندۂ خدا ہیں ہم

ٹک تو کر رحم ای بت بے رحم — آخرش بندۂ خدا ہیں ہم

سے مسخ بھی کہتے ہیں۔

توارد ۔ کسی دوسرے کے شعر سے شعر لڑ جانا۔ یہ بھی کوئی خوبی کی بات نہیں بلکہ عیب ہے مناسب یہ ہے کہ علم توارد کے بعد اپنا شعر فوراً کاٹ دے تاکہ آئندہ رسوائی نہ ہو

— ۰۰۰ —

دسواں درس

علم قافیہ

قافیہ کے متعلق عام لوگ صرف اتنا ہی سمجھتے ہیں کہ "سخن" کا قافیہ "چمن" اور "دل" کا قافیہ "محفل" ہوتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ لیکن حقیقت یہ ہے کہ قافیہ بجائے خود ایک علم ہے اور عربی زبان میں اسے کچھ اس طرح الجھا کر بیان کیا گیا ہے۔ کہ معمولی سمجھ کے آدمی اسے سمجھ بھی نہیں سکتے۔ ہم کوشش کریں گے کہ علم "قافیہ" کو بھی دوسرے موضوعات کی طرح آسان زبان میں بیان کر سکیں۔

شعر کے یا مصرعوں کے آخری چند حروف اور حرکات کا نام قافیہ ہے۔ اور مجازاً اس تمام لفظ کو قافیہ کہتے ہیں جس میں یہ حروف شامل ہوں۔ خواہ وہ مہمل ہوں یا بامعنی۔ مگر ان کی تکرار مختلف الفاظ کے ساتھ غیر مستقل طور پر مصرع یا شعر کے آخر میں پائی جائے۔

تکرار سے مراد یہ ہے کہ کسی لفظ کا جتنا حصہ قافیہ شمار کیا جائے اسے بجنسہ ہر شعر میں متواتر آنا چاہیئے لیکن مختلف الفاظ کے ساتھ یعنی ایسا نہ ہو کہ ایک ہی لفظ تمام اشعار میں مکرر ہو۔

مختلف الفاظ سے مطلب یہ ہے کہ اختلاف معنی اور الفاظ دونوں کے اعتبار سے ہو یا فقط الفاظ کے اعتبار سے یا فقط معنی کے اعتبار سے جیسے "آسمان" اور "ریسمان" یہ دونوں الفاظ لفظی و معنوی دونوں اعتبار مختلف ہیں مگر الف نون، اور الف سے پہلے حرکت کی تکرار دونوں لفظوں میں پائی جاتی ہے۔

یا جیسے محبت و الفت، عشرت و راحت اگرچہ ان الفاظ کے معنی ایک ہیں۔ مگر لفظی اعتبار سے آپس میں اختلاف ہے۔

حروف قافیہ کے لئے غیر مستقل ہونا اس لئے لازمی کر دیا گیا ہے کہ اشعار میں جو لفظ یا الفاظ مستقل ہوتے ہیں وہ ردیف کہلاتے ہیں۔

شعر کے آخر میں قافیہ کی مثال

جب اس بیدرد کی محفل میں مجھ کو دل مجبور گھر سے کھینچ لایا
تو وہ کس ناز سے جھنجلا کے بولا اسے کس نے بلایا کیوں یہ آیا

اس قطعہ کے آخری مصرعوں میں "لایا" اور "آیا" قافیے ہیں۔ ان دونوں لفظوں میں آخر کا الف اور الف سے پہلے زبر قافیہ ہے۔

قافیہ کے حروف

قافیہ کے حروف تعداد میں نو ہیں جنہیں اس قطعہ میں میں نے نظم کر دیا ہے

قافیہ سے اصل میں ایک آٹھ شاخیں اسکی ہیں۔
چار آگے چار پیچھے، یوں بنا اک دائرہ
حرف تاسیس و دخیل اور ردف و قید اور پھر روی
بعد ازاں وصل و خروج اور پھر مزید و نائرہ

قافیہ میں حروف اور حرکتیں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک تو وہ جن کا ہر قافیہ میں لانا لازمی ہے جیسے لایا اور آیا میں آخر کا الف اور زبر۔

یا "نظر" اور "جگر" میں رے اور زبر یا "چمن" اور "وطن" میں نون اور زبر۔

دوسرے وہ حروف اور حرکات جن کا بار بار قافیہ میں لانا ضروری نہ ہو۔ اگر یہ رعایت رکھی جائے تو قافیہ خوبصورت معلوم ہو۔ اور نہ رکھی جائے تو کوئی عیب واقع نہ ہو۔

جیسے "لایا" اور "آیا"۔ یا "پایا" اور "کھایا" ہیں "ی" اور اس سے پہلے کا الف۔ پس اگر لایا کا قافیہ آیا۔ پایا۔ کھایا۔ ہو تو بہت اچھا ہے ورنہ "لایا" کا قافیہ صحرا۔ دریا بھی درست ہے۔

اب یہ سمجھنا باقی رہا کہ کونسے حروف بار بار لانا ضروری ہیں۔ اور کون سے اختیاری۔ تو اس کا قاعدہ یہ ہے۔ کہ قافیہ کا آخری حرف دیکھ لو۔ اُس سے پہلے جو حروف ساکن ہوں گے وہ اور اُن سے پہلے جو حرکت (زبر۔ زیر۔ پیش) ہوگی وہ ہر قافیہ میں بار بار لانی پڑے گی

مثلاً حور کا قافیہ نور اور طور صحیح ہے مگر (اور) غلط ہے۔ اس لئے کہ "ر" قافیہ کا آخری حرف ہے اس سے پہلے حرف واؤ ساکن ہے اور اس سے پہلے پیش ہے۔ نہ کہ زبر۔ اس لئے پیش کی بجائے جب زبر لائیں گے تو قافیہ غلط ہو جائے گا۔ تخت کا قافیہ سخت اور بخت صحیح ہے لیکن "وقت" غلط ہے۔ اس لئے کہ وقت میں "ت" سے پہلے "ق" ہے۔ اور اوپر کے قافیوں میں "ت" سے پہلے "خ" ہے

میں اس سے پہلے عرض کر چکا ہوں کہ قافیہ کے حروف نو ہوتے ہیں اب ان کی تفصیل ملاحظہ فرمایئے

سب سے پہلے روی کو سمجھ لیجئے۔ کیونکہ قافیہ کی بنیاد اسی پر ہے۔ روی۔ قافئے کے اصلی اور آخری حرف کو کہتے ہیں جیسے جگر اور نظر میں "ر" حرف اصلی ہے۔ حرف روی اور اس سے پہلے کے ساکن حروف ایک ہوں یا زیادہ ہر قافیہ میں اُن کا اور اُن کے ماقبل کی ایک حرکت کا بار بار فرض ہے

اسی طرح حرف روی کے بعد جو حرف آتا ہے یا حروف آتے ہیں ان کا بھی ہر قافیہ میں لانا ضروری

قافیہ کی قسمیں تقطیع کے اعتبار سے

تقطیع اعتبار سے قافیہ کی ۵ قسمیں ہیں۔ مترادف۔ متواتر۔ متدارک۔ متراکب اور متکاوس

مترادف وہ قافیہ ہے جس کے آخر میں دو ساکن برابر جمع ہوں۔ جیسے خاکسار مؤلف عرض کرتا ہے۔

ہیں جو کروں تو کس طرح دہر پہ تبصرہ کروں
ہوش کہاں ہے گردشِ لیل و نہار دیکھ کر

نہار میں الف اور رے دونوں ساکن ہیں

متواتر وہ قافیہ جس کے آخر میں دو ساکن حرفوں کے درمیان ایک حرف متحرک واقع ہو۔ مثلاً۔

ہیں بہار و باغ دونوں وقف دشمن کے لئے
چند کانٹے رہ گئے ہیں میرے دامن کے لئے

پہلے مصرع کے قافیہ میں ش اور نون دو ساکن ہیں اور درمیان میں میم مفتوح ہے اسی طرح دوسرے مصرع میں الف، نون ساکن اور میم مفتوح ہے۔

متدارک وہ قافیہ ہے کہ آخر میں دو ساکنوں کے درمیان دو متحرک واقع ہوں مثلاً

کہاں وہ ہجر میں اگلا سا ولولہ دل کا کہو کہ موت کرے آ کے فیصلہ دل کا

متراکب۔ وہ قافیہ ہے کہ آخر قافیہ میں دو ساکن کے درمیان تین متحرک پے در پے واقع ہوں مثلاً خواجہ مظفر علیخاں اسیر لکھنوی فرماتے ہیں۔

ہر کہ جام از کفِ ساقی فگند شیشۂ زندگی خود شکند

متکاوس وہ قافیہ ہے کہ درمیان دو ساکنوں کے چار حروف متحرک ہوں۔ اردو فارسی میں

اس کی مثال معتبر نہیں سمجھی جاتی۔

عیوب قافیہ

قافیہ کے عیوب تعداد میں چھ ہیں۔ غلو۔ تعدی ۔ اقوا۔ اکفا۔ سناد۔ ایطا۔

(۱) اگر روی ایک مصرع میں ساکن ہو اور دوسرے میں متحرک تو یہ عیب ہے اور اسے غلو کہتے ہیں۔

(۲) اگر حرف وصل ایک جگہ متحرک اور دوسری جگہ ساکن ہو تو یہ عیب ہے اور اسے تعدی کہتے ہیں۔

(۳) حذو اور توجیہ میں اختلاف ہو تو اسے اقوا کہتے ہیں۔ مثلاً طول اور ہول (اختلاف حذو کی مثال ہے) اور دل اور سنبل اختلاف توجیہ کی۔

(۴) حرف روی میں اختلاف ہو جائے تو اسے اکفا کہتے ہیں۔ جیسے شک اور سگ، مباح اور سیاہ وغیرہ

(۵) اختلاف ردف و قید کا نام سناد ہے۔ جیسے نار اور نور راست اور کاشت میں اختلافِ ردف ہے۔ اور صبر و قہر میں اختلافِ قید

(۶) ایطا۔ قافیہ میں کلمۂ آخر (متحد المعنی) کی تکرار کو ایطا کہتے ہیں یعنی اگر ایک سے معنی رکھنے والے کلمہ کو قافیوں سے الگ کر دیں تو جو کچھ باقی رہے وہ بامعنی ہو۔ مگر اس میں حرف روی قائم نہ ہو سکے۔ مثلاً۔ دردمند اور حاجت مند دو قافیے ایک ہی مطلع میں ہیں۔ ان میں "مند" متحد المعنی ہے۔ یعنی دونوں جگہ ایک ہی معنی رکھتا ہے۔ اگر اسے نکال ڈالا جائے تو ایک جگہ "درد" اور دوسری جگہ "حاجت" باقی رہتا ہے۔ اور یہ دونوں لفظ بامعنی ہیں مگر ان میں

حرف روی مشترک نہیں ہے۔ یہی ایطا ہے۔

دوسری مثال سمجھنا اور سننا۔ ایک ہی مطلع میں درج ہوں تو ایطا ہو جائیگا۔ اس لئے کہ اگر ان میں سے "حرف نا" جو علامت مصدر ہے نکال دیا جائے تو ایک جگہ "کہ" اور دوسری جگہ "سن" باقی رہتا ہے اور یہ دونوں لفظ بامعنی ہیں مگر یہاں بھی حرف روی قائم نہیں ہو سکتا

ایطا کی تعریف دوسرے الفاظ میں یہ ہے کہ اگر دونوں قافیوں میں آخری حرف زائد ہوا ور ایک ہی معنی میں دونوں قافیوں میں تکرار کرے اور اگر وہ حصّہ جس کا حرف روی ایک حصّہ سے نکال ڈالیں تو باقی اصلی لفظ آپس میں قافیہ نہ رہیں یا آپس میں تو قافیہ ہیں مگر دوسرے قوافی کے خلاف ہو جائیں تو اسے ایطا کہتے ہیں۔

مثلاً غزل میں مطلع کہا جس کا ایک قافیہ ستمگر اور دوسرا جفاگر ہے تو یہ ایطا ہے اس لئے کہ "گر" دونوں جگہ ایک ہی فاعلی معنی میں ہے "را" جو حرف روی ہے وہ ایک جگہ بھی اصلی نہیں "گر" جو زائد حصّہ ہے اگر اسے دونوں جگہ سے نکال دیں۔ تو ستم اور جفا رہ گیا جو دونوں بامعنی ہیں اب جو کچھ باقی رہا وہ قافیہ نہ رہا۔

خراب، جواب، وغیرہ قوافی میں جہاں تاب بھی درست ہے مگر ایک مطلع میں جہاں "تاب" اور "ماہتاب" قافیے ہوں تو یہ ایطا ہے کیونکہ "تاب" دونوں جگہ ایک ہی معنی میں ہے۔

دریا۔ صہبا کا قافیہ دانا درست ہے۔ مگر "دانا" کا قافیہ "بینا" مطلع میں عیب دار قافیہ ہے۔ کیونکہ دریا کا الف اصلی ہے اس کے ساتھ دانا کا الف فاعلی بھی اصلی سمجھ لیا گیا لیکن "دانا" اور "بینا" اس لئے بیکار قافیہ ہے۔ کہ دونوں کا الف جو حرف روی ہے وہ اصلی نہیں اور ایک ہی معنی میں مکرر آیا ہے یعنی دونوں میں الف فاعلی ہے اور باقی حصّہ "دان" اور "بین"

آپس میں قافیہ نہیں۔
ایطا کی ایک مختصر تعریف اور موٹی پہچان یہ ہے کہ روی حذف کرنے کے بعد اگر لفظ
رہے تو ایطا ہے ورنہ نہیں" اس صورت میں اگر روی غیر اصلی ایک ہی حرف ہو تو اسے
اگر ایک سے زیادہ والے کلمہ میں روی غیر اصلی ہو تو اس پورے کلمۂ زائد کو حذف کرنا
ایطا کی دو قسمیں ہیں۔ جلی اور خفی۔
ایطائے جلی۔ وہ ہے جس میں کسی حرف یا کلمہ کی تکرار صاف ظاہر ہوتی ہو
حرف یا کلمہ آپس میں ہم معنی ہو جیسے ستمگر اور چارہ گر" حاجت مند" اور "دردمند"
چلنا اور "جانا" میں "نا" وغیرہ
ایطائے خفی۔ وہ ہے کہ آخری کلمۂ متحد المعنی کی تکرار بادی النظر میں معلوم
جیسے "حیران" اور "سرگردان" "آب" و "گلاب" وغیرہ ان لفظوں میں "آن" اور "آب"
تکرار زیادہ نمایاں نہیں ہے اس لئے بری معلوم نہیں ہوتی۔
ایطائے خفی گو عیب ہے مگر چونکہ نمایاں عیب نہیں ہے اس لئے جائز رکھا گیا
دمیں ایطا کی پابندی کو شاعر کے لئے ایک قید اختیاری سمجھتا ہوں۔ اور چاہتا ہوں
قید کہ از کم اردو شاعری سے اٹھالی جائے تو اچھا ہے کیونکہ اس سے خواہ مخواہ عرصہ
تنگ ہوتا ہے۔ اور شاعری کی لطیف اور فطری لطافتوں پر یہ قید ایک مصنوعی اور مکلف
معلوم ہوتی ہے لیکن امید نہیں ہے کہ جب تک اردو شاعری اپنے قواعد وضوابط
مرتب نہ کرے اسوقت تک یہ پابندی دور ہو متقدمین و متاخرین نے اس کا لحاظ رکھا
اس لئے موجودہ شعرا کے لئے ان کی تقلید لازمی ہے۔ اور تجدید دشوار الا ماشاء
با ایں ہمہ اس قاعدہ میں ایک آسانی اور پیدا کی جاسکتی ہے۔ یعنی اگر الف۔ واؤ۔ یا

کوئی تنہا حرف بطور زوائد واقع ہو۔ جو معنی واحد بھی رکھتا ہو۔ اور جس کے نکالنے سے حرف روی بھی قائم نہ ہو سکے۔ تو بھی ایسے الفاظ کو آپس میں قافیہ بنا لینا میرے نزدیک جائز ہونا چاہیئے مثلاً "سنا" اور "کہا" "چلو" اور "اٹھو" "جلی" اور "کٹی" وغیرہ قوافی معیوب نہیں ہیں۔ کیونکہ زوائد میں فقط ایک حرف ہے۔ اور اس وجہ سے برائی زیادہ نمایاں نہیں ہے ہاں اگر زوائد میں ایک حرف سے زیادہ ہو تو معیوب سمجھ سکتے ہیں۔ جیسے "چلنا" اور "جانا" یہاں دو حرف "نا" زوائد میں ہیں۔ لہٰذا زوائد میں ایک حرف تک کی اجازت جائز ہونی چاہیئے جس طرح "کٹی" اور "مٹی" میں اختلاف توجیہ جائز ہے۔ اور وہ صرف اس لئے کہ عیب زیادہ نمایاں نہیں ہوتا۔ اسی طرح "چلو" اور "کہو" یا "کہا" اور "سنا" میں بھی قبح نمایاں نہیں ہے۔ پھر ان قوافی کے جائز ہونے میں کیا قباحت ہے؟

نیز یہ سمجھ لیجئے کہ ایسے قوافی میں اگر الف بطور تعدیہ واقع ہو تو اس کا شمار کبھی زوائد میں نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ الف اصلی سمجھا جاتا ہے جیسے "کہوانا" اور "سنوانا" میں فقط "نا" داخلِ زوائد ہے۔ الف تعدیہ زوائد میں داخل نہیں ہے۔ کیونکہ ان دونوں مصادر سے جتنے لفظ بنیں گے۔ ان میں الف ہر جگہ قائم رہے گا۔ مثلاً "کہوانے" "سنواتے" "کہوائیں" اور "سنوائیں"۔ "کہواؤ" "سنواؤ" وغیرہ وغیرہ۔ لہٰذا "کہوانا" اور "سنوانا" میں ایطا نہیں ہو سکتا اسی طرح جلانا۔ گرانا۔ اٹھانا میں الف تعدیہ ہے۔ جو زوائد میں شمار نہیں کیا جا سکتا اور ان قافیوں میں ایطا نہیں ہو سکتا۔

بعض لوگ "جلانا" اور "اٹھانا" میں سے "نا" اور الف دونوں کو زائد سمجھ کر "جل" اور "اٹھ" صیغۂ امر بنا کر ایطا کا حکم لگا دیتے ہیں۔ مگر یہ نہیں سمجھتے کہ "جلا" اور "اٹھا" خود امر ہے اب ان سے الف کیونکر جدا ہو سکتا ہے۔ یہ الف ہر صیغہ میں باقی رہے گا۔ اور زوائد میں شمار نہ

کیا جائے گا۔

قافیۂ معمولہ ۔ کو بھی بعض نے عیب میں شمار کیا ہے۔ اور میری رائے میں یہ بھی زبردستی ہے۔

قافیۂ معمولہ اصل میں ایک صنعت ہے جس کی دو قسمیں ہیں۔ ترکیبی اور تحلیلی۔

ترکیبی - یہ ہے کہ لفظ کے ساتھ دوسرا کوئی لفظ بڑھا کر قافیہ بنا لیں۔ جیسے "پروانہ ہوا" "دیوانہ ہوا" "میخانہ ہوا" کے ساتھ "اچھا نہ ہوا" لکھیں۔

تحلیلی - یہ ہے کہ ایک لفظ کے دو ٹکڑے کر کے پہلے کو داخل قافیہ کر دیں اور دوسرے کو شریک ردیف۔ مثلاً۔

لپٹ جاتے ہیں وہ بجلی کے ڈر سے ؛ الٰہی یہ گھٹا دو دن تو برسے

گیارہواں درس

ردیف کا بیان

ردیف اس حرف یا مستقل کلمہ کو کہتے ہیں جو شعر کے آخر میں قافیہ کے بعد آئے۔ اگر مستقل لفظ، حرف یا کلمہ ایک معنی کے خلاف کوئی اور معنی پیدا کرے تو کچھ مضائقہ [illegible]

مثلاً مرزا غالب مرحوم فرماتے ہیں

بقدرِ شوق نہیں ظرف تنگنائے غزل ؛ کچھ اور چاہیئے وسعت مرے بیاں کے

رہا بلا میں بھی میں مبتلائے آفت رشک ؎ بلائے جاں ہے ادا تیری اک جہاں کیلئے
اسی طرح کہتے کہتے ، کہتے ہیں۔
گدا سمجھ کے وہ چپ تھا مری جو شامت آئے ؎ اٹھا اور اٹھ کے قدم میں نے پاسباں کے لئے
اس شعر میں ردیف کے معنی بدل گئے ہیں۔ اور یہ جائز ہے بعض لوگ ردیف قافیہ سے
پہلے بھی لاتے ہیں ایسی ردیف کو حاجب کہتے ہیں۔ مثلاً رباعی۔

ہر چند رسد ہر نفس از یار غمے بایدنہ شود رنجہ دل از یار دمے
زانرو کہ چو نیک بنگری آں غمہا از جانب تست اکثر از یار کمے

بعض اوقات ردیف کو دو قافیوں کے درمیان بھی لاتے ہیں مثلاً

کہیں آنکھوں سے خون ہو کے بہا ؎ کہیں دل میں جنون ہو کے رہا

ردیف کا تقابل فصحا نے عیب سمجھا ہے یعنی جو کلمہ ردیف ہو وہ پورا کلمہ پہلے مصرع
میں نہ آنا چاہئے۔ مثلاً "دل میں" اور محفل میں ردیف قافیہ ہے۔ اس زمین میں ایک
شعر یوں کہیں ؎

اگر ہوتی رسائی عاشق مضطر کی قسمت میں
تو وہ اینٹک پہو نچ جاتا کبھی کا انکی محفل میں

تو یہ معیوب ہے۔ لیکن اگر ردیف کا کوئی جزو پہلے مصرع کے آخر میں آجائے تو وہ معیوب
نہیں سمجھا جاتا۔ مثلاً دل قافیہ۔ "میں ہے"۔ ردیف ہو تو اس میں یہ شعر جائز ہوگا ؎

داد جانبازی ملے گی آپ سے امید ہے ؎ آج جانبازوں کا میلہ آپ کی محفل میں ہے

۱۸۹۷ء سے ۱۹۳۵ء تک مولانا نے جتنی غزلیں کہی ہیں وہ سب اس دیوان میں موجود ہیں۔ ان کے علاوہ مولانا کے وہ تمام خطبے بھی شریک اشاعت ہیں جو وقتاً فوقتاً اردو شاعری کے متعلق مشاعروں میں پڑھے گئے تھے۔ اور جن میں وہ تمام معلومات موجود ہیں جو تاریخ ادب اردو اور اصلاحِ فن سے متعلق ہیں۔ غزلوں کے باب میں کچھ کہنا لاحاصل ہے۔ مولانا سیماب مدظلہ کا جو درجہ اس عہد کے اساتذہ میں ہے اس سے ہر شخص واقف ہے۔

"کلیم عجم" کی ایک جلد آج ہی منگوا لیجیے۔

حجم ۳۵ جزو۔ تقطیع ۲۷ × ۱۷ / ۸۔ جلد خوشنما ڈائی سے مرصع۔ کاغذ دبیز۔ لکھائی چھپائی اعلیٰ۔ قیمت بنظر افادۂ عام صرف تین روپیہ (سے ر)

علاوہ محصول